مسجد اعظم
ناشر - ناظم جماعت اہلسنت لکڑ گنج ناگپور - سی پی

اظہارِ تشکر

ناگپور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں حضرت محدث اعظم ہند دام ظلہ کا یہ ایمان افروز بیان ایک تاریخی شاہکار ہے جس میں حضرت مجدد اعظم اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجاہدانہ علمی زندگی کو بلا مبالغہ حقائق کی روشنی میں اسطرح پیش کیا گیا ہے کہ اس سے مجدد اعظم قدس سرہ کے تجدیدی کارنامے۔ تبحر علمی جملہ علوم و فنون کی جامعیت، قوت برداشت احترام ملت ماہ نیم ماہ کر زیادہ درخشاں ہے۔ آپ کا دور وہ دور تھا جبکہ تمام باطل پرست طاقتیں ایک پلیٹ فارم ایک مرکز پر اس واسطے صف آرا ہو گئی تھیں کہ عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا بلند پرچم سرنگوں ہو جائے بت شکن اور بت گر کا امتیاز مٹ جائے۔ کہیں تجویز انگریز کے مطابق "خالی آنت" کے چرچے ابل رہے تھے۔ کہیں قادیانی اپنے ارتداد کا جال بچھا چکے تھے۔ کہیں وہابیت اسلامی لبادے میں مسلمانوں کے چور دروازے سے داخل ہو کر ڈاکہ ڈال رہی تھی غرض سب کا طریقہ کار جدا ہو کر مقصد ایک تھا۔ ایسے ہمت شکن ماحول ایسے خطرناک دور میں کون تھا جس نے بیک وقت تمام باطل پرستوں اور دشمنوں کو چیلنج کیا۔ یہی مجدد اعظم تھا جس نے خداداد قوت علم و عمل سے اپنے دور میں کشتیٔ ملت کی ناخدائی کی اور اس کو غرقابی سے بچا لیا [illegible] فائز کر دیا۔ ہم جماعت اہلسنت ناگپور کی جانب سے حضرت محدث اعظم ہند دام ظلہ کی خدمت اقدس میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں حضور نے [illegible] عظیم اجتماع میں مسند صدارت کو رونق بخشی اور ایک مختصر وقت میں ایسا جامع [illegible] عظیم الشان خطبہ پیش فرمایا۔

ناظم جماعت اہلسنت لشکر گنج۔ ناگپور۔ ایم۔ پی

۷۸۶
۹۲

مجددِ اعظم

خطبۂ صدارت:- جو جشن یوم ولادت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے موقع پر ماہ شوال ۱۳۹۵ھ میں ناگپور کے ایک عظیم الشان جلسہ میں خطیب مشرق حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی دامت برکاتہم القدسیہ نے ارشاد فرمایا۔

از ناظم جماعت اہلسنت دفتر لکڑ گنج ناگپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد اللہ الاحد رضاء لسیدنا احمد واصلی واسلم علیٰ سیدنا احمد رضاء للہ الواحد الصمد وعلیٰ جمیع من رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ احمد الرضاء من الازل الی الابد **اما بعد** - پیارے سنی بھائیو! یہ شوال کا مہینہ ہے اور یہ اپنی ایک عظیم خصوصیت کی وجہ سے مستحق ہے کہ ہم اس ماہ کا نام اہلِ سنت وجماعت ہند کا مہینہ نام رکھیں کیونکہ اس مہینہ میں ہندوستان میں اس قدم کا ظہور ہوا جس کی بلندی کو نہ صرف ہند بلکہ عرب وعجم کے تمام دینی وروحانی اراکین دین متین واساطین حق مبین کے جھکے ہوئے سروں نے قبول کر لیا اور اس قدم کے نشان کو بھی معظم ومکرم رکھا۔

ہمارا اور آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ زندہ قومیں ان کی قومیت کی شیرازہ بندی جس کے ہاتھوں سے ہو چکی اس کی یادگار مناتی ہیں اور اس کو اپنی قومی زندگی کا بیمہ سمجھتی ہیں۔

دنیا نے مان لیا ہے کہ جو قوم اپنے قومی محسنوں کو بھول گئی تو زندگی نے ساری قوم کو
بھلا دیا اور موت کے منہ میں ڈالدیا یہ قومیت کا فطری جذبہ نہ کسی دلیل نقلی کا محتاج ہے نہ
برہان عقلی کا، اس کا تعلق صحیح انسانیت اور درستی ہوش وحواس سے ہے جو افراد محسنین قوم کی
یادگار منانے سے چڑھنے لگتے ہیں تو ان کو دنیا نے نہ صرف یہ کہ اس قومیت سے خارج
قرار دیا بلکہ انھیں ایک خاص قسم کا پاگل سمجھ لیا گیا۔

یادگار منانا چونکہ فطری جذبہ ہے۔ لہذا اسلام جس کا دوسرا نام ہی دین
فطرت ہے اس میں اس جذبہ کو اُجاگر رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بہت صاف
وصریح ہے یہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا کہ و ذکرھم بایام اللہ اللہ تعالےٰ کے دنوں
کو یاد دلاتے رہو تو یوں تو سب دن اللہ کے دن ہیں مگر کچھ ایسے دن بھی تو ہیں جن
دنوں کو خاصانِ حق و برگزیدانِ حق نے خصوصیات عطا فرما دیں اور جن کی یاد سے اللہ تعالےٰ
یاد آجاتا ہے جس کے اذن وعطا نے اس دن کو سنوار دیا۔ ایسے دن جسکی یہ دولت حاصل
ہوں اس کا گویوم ولادت سے وقتِ وفات تک کا ہر دن اور روفات سے لیکر حشر
تک کا ہر دن وللاخرۃ خیرلک من الاولیٰ والے آقا کے وسعت دامان میں پلتا ہی رہتا
ہے اور بڑھتا ہی رہتا ہے بگران سارے دنوں میں انتخاب قدرت یوم پیدائش و یوم
وصال و یوم حشر ونشر ہے۔

چونکہ بات ایسی آپڑی ہے جس کا زیادہ واضح کر دینا ضروری ہو چکا ہے لہذا اس
سلسلہ میں چند منٹ میں آپ کے اور لوں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ پچھلے سالوں میں شہر بڑاپچ کے
ایک فرقہ وارانہ اجتماع میں مدرسہ دیوبند کے مہتمم نے عید میلاد النبی منانے والوں پر جارحانہ
حملہ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ کسی شخصیت کی اہمیت کی تاریخ اس کی پیدائش کی تاریخ

میں نہیں کیونکہ پیدائش تو برابر چھوں اور بردل کی ہوتی رہتی ہے اور تاریخ پیدائش پر کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ اہمیت تو اس تاریخ کو حاصل ہے جس تاریخ پر شخصیت کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ عید میلادالنبی ایک غیر عاقلانہ اور غیر شرعی چیز ہے اگر یادگار منانی ہے تو اس تاریخ کی یادگار منائی جائے جب نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) نے اظہار نبوت فرمایا۔ اور کار نبوت شروع فرمادیا تھا۔ بات ایسے انداز میں کہی گئی اور لہجہ ایسا بھولا تھا کہ سطحی طور پر بعض دماغ واقعی بھول میں بہہ گئے، تھے لیکن ابھی ان کے پیغام کو ۲۴ گھنٹے کی زندگی نہ ملی تھی کہ میں شہر بہرائچ پہنچ گیا اور تعلیم یافتہ و متدین صفِ اول کے لوگوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرکے جواب کا مطالبہ کیا میں نے چند گھنٹے کے بعد وہاں ایک عظیم الشان اجتماع کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ عید میلادالنبی کو غیر عاقلانہ کہتے ہوئے اگر سب قوموں کی تاریخ دماغ سے نکل گئی تھی تو اس چشم دید چیز سے آنکھیں کیوں بند ہو گئی تھیں کہ آج جس بغل میں ان کے فرقہ کی اکثریت بل رہی ہے اور جہاں جنیتی اور مرتیو منانے میں عبادت گزارانہ اسپرٹ کے ساتھ شرکت کی جاتی ہے کیا اس نے عقل کو اتنی روشنی نہیں بخشی کہ قوموں نے یوم میلاد و یوم ممات کے منانے ہی کو قومی حق مانا ہے۔ قرآن کریم نے اپنے معجزانہ انداز روحانی میں مسئلہ کی اہمیت کو اس طرح اجاگر فرمایا ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کا شرف اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اس کو سمجھیں اور اس کو ہدایت کی روشنی جان کر اپنے کو سنواریں اگر ایسے لوگوں کا سایہ بھی راہ چلتے مہتمم مذکور پر پڑ گیا ہوتا تو یوم ولادت و یوم عرس منانے پر جو غیر اسلامی کہہ کر حملہ کر دیا ہے اس کی جرأت نہ کر سکتے۔ قرآن کریم میں مقبولان بارگاہ حق کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت

ویوم یبعث حیاً۔ ان پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہے۔ ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن اور جب وہ میدان حشر میں اٹھیں گے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کے ایک مقبول بندے سیدنا عیسےٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح بیان مذکور ہے کہ **والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاً۔** مجھ پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہے میری پیدائش کے دن اور میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں ہوں گا۔

کوئی بتائے کہ اگر کوئی عقل و دین کا بو کس ہی سہی قرآن کریم کو با دل ناخواستہ اپنے دنیا ہی کے لئے سہی لیکن کلام الٰہی کہنے پر مجبور ہو۔ اسکو کیا حق ہے کہ نص قطعی قرآنی کا رد صرف اپنے جذبۂ عناد کی بنا پر کرے۔ جو اللہ والوں سے اس میں وراثتہً چلی آرہی ہو بالکل ظاہر ہے کہ خاصان حق کی ہر گھڑی جب سے زمانہ کی تخلیق ہوئی اور جب تک سلسلۂ زماں رہے گا ایسی ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہے۔ آیۂ درود شریف کا جملہ اسمیہ اس دوام و استمرار کو ظاہر فرما رہا ہے ہمارے آقا رسول پاک کو مخاطب بنا کر صاف کہدیا گیا کہ **وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔** ہر پچھلی ساعت پہلی ساعت سے آپ کی بہتر ہے۔ بایں ہمہ اس دوامی و استمراری دور کے پورے عہد مبارک میں خود اللہ رب العزت جل و علا اور اس کے اولوالعزم رسول نے تین دن کا انتخاب فرمایا۔ یوم پیدائش ویوم وصال ویوم حشر و نشر۔ قرآن کریم میں ایسے ایام کو ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ **وذکرھم بایام اللہ۔** ایام اللہ کی یادگار مناؤ۔ یقیناً اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ غرض آیات قرآنیہ نے تعیین تاریخ کو معاذ اللہ بدعت ضلالہ کہنے والوں پر جا بجا طمانچے مارے ہیں اور دین فطرت نے ہماری فطرت سے ہم کو

ردکا نہیں۔ بلکہ اس کو اہمیت عطا فرماکر یادگار منانے پر مامور فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر اہمیت رکھنے والی شخصیت کی اہمیت دیکھ لینے کے بعد وہ دن یاد آجاتا ہے جبکہ اس نے سب سے پہلے زمین پر قدم رکھا۔ پھر وہ دن اہمیت رکھتا ہے جب اس نے دوسرے عالم کا سفر کر دیا جس کو دیوبندی گروپ کے صف اول کے گوجینتی اور مرتیو منانا کہتے ہیں اور مسلمان اس کو یوم میلاد و یوم عرس کہتے ہیں اور مناتے ہیں۔ یہ خیال رہے کہ تعمیم تخصیص ان اللہ والوں کے لئے جو انبیا علیہم السلام ہیں۔ عبارۃ النص ہے تو ان اللہ والوں کے لئے جو علمائے اعلام و اولیائے کرام ہیں۔ اقتضار النص ہے۔ یعنی دونوں کے لئے قرآن کی نص قطعی منصوص ہے۔

بات میں بات نکلتی ہے یہاں جملہ معترضہ سن لیجے کہ قرآن کریم میں خاصان خدا کے تین وقتوں کی تعیین فرمائی گئی ہے جو منائی جائے یوم میلاد جیسا کہ ہم مسلمان میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں۔ دوسرے یوم وصال جیسا کہ ہم مسلمان اعراس بزرگان دین کرتے ہیں لیکن تیسرا دن یوم حشر ہے جبکہ مقبولان بارگاہ الٰہی کی شفاعت فرمانے کا دن ہوگا اور اس کی یادگار منانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ وہ خود ہم پر کرم فرما کر منائیں۔ اور ان شاء اللہ تعالے منائیں گے تو قرآنی تعبیر یہ ہوئی کہ مسلمانو! یہ تین دن ہیں ان میں پیدائش و وصال منانا تمہارا کام ہے۔ اگر تم اس یادگار منانے کے عادی ہو جاؤ تو تیسرا دن محبوبان خدا کی شفاعت کا دن ہے۔ اس کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اور جو تمہیں کرنا ہے اگر نہ کیا تو شفاعت سے محروم رہوگے یہی دیکھنے میں بھی آرہا ہے جو ان دو دن کی یادگاروں کے منانے پر غم و غصہ سے بھر جاتے ہیں وہ آج کھلم کھلا مسئلہ شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔ یا اقرار ایسا کرتے ہیں جو انکار سے بھی بدتر ہے وہ انبیاء و اولیاء سے اس طرح مایوس ہو چکے

ہیں کہ قرآنی بولی ہیں جس کو کما یئس الکفار من اصحاب القبور فرمایا گیا ہے۔

بہر حال ہم اور آپ قرآن کریم کا سہارا لیکر اس مہینہ کی یادگار منانے کے لئے یکجا ہوئے ہیں جس مہینہ میں اللہ تعالےٰ کا ایک مقبول بندہ اور رسول پاک کا سچا نائب علم کا جبل شامخ اور جس صالح کا اسوۂ حسنہ معقولات میں بحر ذخار منقولات میں دریائے ناپیدا کنار، اہلسنت کا امام واجب الاحترام اور اس صدی کا باجماع عرب وعجم مجدد تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر باطل شکنی میں حیدری شمشیر۔ روایت فقہ ودرایت میں امیر المومنین اور سلطنت قرآن وحدیث کا مسلم الثبوت وزیر المجتہدین اعلیحضرت علی الاطلاق امام اہلسنت فی الآفاق مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلم العلماء عند العلماء، وقطب الارشاد علی لسان الاولیاء مولانا وفی جمیع الکمالات اولانا فانی فی اللہ والباقی باللہ عاشق کامل رسول اللہ مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ورضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے قدم اول اول اس خاکدان دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔

تیرھویں صدی کی یہ واحد شخصیت تھی جو ختم صدی سے پہلے علم وفضل کا آفتاب فضل وکمال ہوکر اسلامیات کی تبلیغ میں عرب وعجم پر چھا گئی اور چودھویں صدی کے شروع ہی میں پورے عالم اسلامی میں اسکو حق وصداقت کا منارۂ نور سمجھا جانے لگا۔ پیری طرح سے سارے حل وحرم کو اس کا اعتراف ہے کہ اس فضل وکمال کی گہرائی اور اس علم راسخ کے کوہ بلند کو آج تک کوئی نہ پا سکا۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری مرحوم مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کو لیکر جب اس لئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایشیا بھر میں ڈاکٹر صاحب ریاضی وفلسفہ میں فرسٹ کلاس کی ڈگری لکھتے ہیں

ہوئے ایک مسئلہ کو حل کرنے میں زندگی کے قیمتی سال لگا کر بھی حل نہ کرنے پائے تھے اور
فیثا غوثی فلسفہ کشش ان پر چھایا ہوا تھا۔ تو اعلیحضرت نے عصر و مغرب کی درمیانی
مختصر مدت میں مسئلہ کا حل بھی قلمبند کرا دیا اور فلسفۂ کشش کی کھینچ تان کو بھی ختم فرما دیا
جو رسالہ کی شکل میں چھپ بھی چکا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ ان کو یورپ
کا کوئی تھیوریوں والا درس دے رہا ہے یا اسی ملک کا کوئی حقیقت آشنا ان کو سبق پڑھا
رہا ہے انھوں نے اس صحبت کے تاثرات کو اجمالاً یہ کہا تھا کہ اپنے ملک میں جب معقولات
کا ایسا ایکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ سیکھا اپنا وقت ضائع کیا۔ یہ
روز کا معمول تھا کہ فلکیات و ارضیات کے ماہرین اپنے علمی مشکلات کو لیکر آتے۔ اور
دم بھر میں حل فرما کر ان کو شاد شاد رخصت فرما دیتے۔ میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ماہرین
نجوم فن آئے اور فنی دشواریوں کو پیش کیا تو اعلیحضرت نے ہنستے ہوئے اس طرح جواب
دیکر خوش کر دیا کہ گویا یہ دشواری اور اس کا حل پہلے سے فرمائے ہوئے تھے۔ ایک بار
صدر الافاضل مایۂ ناز حماری و شکل عروسی کے بارے میں مجھ سے سوال فرما کر جب کتابی
جواب کی صحت دیکھی تو اپنی تحقیق بیان فرمائی تو میں نے محسوس کیا کہ حماری کی حماریت
بے پردہ ہو گئی اور عروسی کا عروس ختم ہو گیا۔ مسئلۂ بخت و اتفاق شمس بازغہ کا سرمایہ
تفلسف ہے مگر اس بارے میں اعلیحضرت کے ارشادات جب مجھ کو ملے تو اقرار کرنا پڑا
کہ ملا محمود آج ہوتے تو اعلیحضرت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس کرتے اعلیحضرت
نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے
اگر آپ وجود فلک کو جاننا چاہتے ہوں اور زمین و آسمان دونوں کا سکون سمجھنا چاہتے
ہوں اور سیاروں کے بارے میں کل فی فلک یسبحون کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں

تو ان رسائل کا مطالعہ کریں جو اعلیحضرت کے رشحات قلم ہیں اور یہ راز آپ پر ہر جگہ کھلتا
جائے گا کہ منطق وفلسفہ وریاضی والے اپنی راہ گے کس موڑ پہ کھ رنتار ہو جاتے ہیں یہ تو علوم
وفنون کا حال تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ آج کی علمی دنیا پچاس علوم وفنون کے نام
سے بے خبر ہے اور اعلیحضرت کے قلم مبارک سے پچاس علوم وفنون کے بسوط رسائل تیار ہیں۔
ایک دن ایسا ہوا کہ اعلیحضرت نے نماز عصر کے لئے وضو فرماتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سہج
عرض شجرہ کا حساب یونانیوں نے جس وتد سے کیا تھا اب دنیا پر ظاہر ہو گیا
کہ یونان بلکہ دنیا کے ہر پہاڑ سے بلند کوہ ہمالیہ کی ایورسٹ چوٹی ہے کیا اس
سے حساب لگا دو گے میں نے دو دن کی مہلت مانگی اور رات دن صفحات کو
سیاہ کرتا ہوا جب صحیح حساب تیار کر کے حاضر ہوا تو فرمایا کہ کیا آپ کا
جواب یہ ہے؟ میں نے ہاں تو عرض کر دیا مگر حیران تھا کہ جس حساب میں میرا
مغز سر سوکھ گیا وہ برجستہ ارشاد فرمانے والا صرف ایک عالم ہے یا وہ
ایسا ہے کہ لغت میں اس کے اظہار کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ میرے صحیح جواب
پر جو دعائیں فرمائیں آج وہ ہی میرے لئے سب کچھ ہیں آج میں آپ کو جگ بیتی
بلکہ آپ بیتی سُنا رہا ہوں کہ جب تکمیل درس نظامی وتکمیل درس حدیث کے بعد میرے
مربیوں نے کارِ افتاء کے لئے اعلیحضرت کے حوالہ کیا زندگی کی یہی گھڑیاں میرے
لئے سرمایہ حیات ہو گئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ
کچھ نہ تھا اور اب ایک دریائے علم کے ساحل کو پایا ہے علم کو راسخ فرمانا
اور ایمان کو رگ وپے میں اُتار دینا اور صحیح علم دے کر نفس کا تزکیہ
فرما دینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔ عادت کریمہ

تھی کہ استفتا، ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت
کرکے جوابات مرتب کرتے پھر عصر و مغرب کے درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے
پہلے استفتا، پھر فتوے سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے اسیوقت مصنفین اپنی
تصنیف دکھاتے، زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ جو کہنا ہو کہیں اور
جو سنانا ہو سنائیں آتنی آوازیں اور اس قدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو
سب کی طرف توجہ فرمانا جوابات کی تصحیح و تصدیق و اصلاح مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط
زبانی سوالات کا تشفی بخش جواب عطا ہو رہا ہے اور فلسفیوں کے اس خبط کی کہ
لایصدر عن الواحد الا الواحد کی دھجیاں اُڑ رہی ہیں جس ہنگامۂ سوالات
و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کی سنیں
اور کس کی نہ سنیں وہاں سب کی شنوائی ہوتی تھی اور سب کی اصلاح فرمادی
جاتی تھی یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی اور اس کو درست فرمادیا
کرتے تھے یہ چیز روز پیش آتی تھی کہ تکمیل جواب کے لئے جزئیات فقہ کی تلاش میں
جو لوگ تھک جاتے تو عرض کرتے، اسیوقت فرما دیتے کہ رد المحتار جلد فلاں کے صفحہ
فلاں کی سطر فلاں میں ان لفظوں کے ساتھ جزئیہ موجود ہے۔ درمختار کے فلاں صفحہ فلاں
سطر میں یہ عبارت ہے عالمگیری میں بقید جلد و صفحہ و سطر یہ الفاظ موجود ہیں۔
ہندیہ میں خیریہ میں مبسوط میں ایک ایک کتاب فقہ کی اصل عبارت بقید صفحہ و سطر
ارشاد فرما دیے اب جو کتابوں میں جا کر دیکھتے تو صفحہ و سطر و عبارت وہی پاتے
جو زبانی اعلیحضرت نے فرمایا تھا اس کو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خداداد
قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں یہ چیز بھی اپنی جگہ پر

حیرت ناک ہے مگر ہیں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ حافظ قرآن کریم نے سالہا سال قرآن عظیم کو پڑھ کر حفظ کیا روزانہ دُہرایا ایک ایک دن ہیں سو سو بار دیکھا حافظ ہوا محراب سُنانے کی تیاری میں سارا دن کاٹ دیا اور صرف ایک کتاب سے واسطہ رکھا حفظ کے بعد سالہا سال مشغلہ رہا ہو سکتا ہے کہ کسی حافظ کو تراویح ہیں لقمے کی حاجت نہ پڑی ہو گو ایسا دیکھا نہیں گیا اور ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب کسی آیت قرآنیہ کو سنکر اتنا یاد رکھیں کہ اُن کے پاس جو قرآن کریم ہے اُس میں یہ آیہ کریمہ داہنی جانب ہے یا بائیں جانب ہے گو یہ بھی بہت نادر چیز ہے مگر یہ تو عادۃً محال اور بالکل محال ہے کہ آیت و تفسیر آیت آیہ کے صفحہ و سطر کو بتایا جا سکے تو کوئی بتائے کہ تمام کتب متداولہ و غیر متداولہ کے ہر جملہ کو بقید صفحہ و سطر بتانے والا اور پورے اسلامی کتب خانے کا صرف حافظ ہی ہے یا وہ اعلیٰ کرامت کا نمونہ ربانیہ ہے جس کے بلند مقام بیان کرنے کے لئے اب تک ارباب لغت و اصطلاح لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔

مجھے اپنی یہ شرارت یاد ہے کہ جان بوجھ کر اپنے جانے بوجھے جزئیات فقہ کو دریافت کرتا تو اعلیٰحضرت مسکرا کر بتا دیتے اور مزید حوالے عطا فرماتے مع صفحہ و سطر و عبارت نوٹ کر لیتا کہ شاید کبھی صفحہ یا سطر یا عبارت میں کسی لفظ و نقطہ کی بھول ہو جائے۔ مگر آج میں بڑی مسرت کے ساتھ باقرار صالح اپنا بیان دیتا ہوں۔ کہ میری شریرانہ خواہش ہمیشہ ناکام رہی۔

چونکہ میں نے حساب کی تعلیم اسکولی طور پر پائی تھی لہذا فرائض کے حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے استفتے میرے سپرد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا ظاہر ہے کہ مورثِ اعلیٰ کی پندرھویں پشت میں درجنوں ورثہ ہوں گے مجھ کو

اس کے جواب میں دوران رات اور ایک دن مسلسل محنت کرنی پڑی اور آنہ پائی سے درجنوں
ورثاء کے حق کو قلمبند کر لیا۔ نماز عصر کے بعد بیٹھا کہ استفتاء سناؤں وہ بہت طویل تھا۔
فلاں مرا، اور فلاں فلاں کو وارث چھوڑا پھر فلاں مرا اور اس نے اتنے وارث چھوڑے
اس میں صرف ناموں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ فلس کیپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے
تھے جب یہ استفتاء میں پڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ اعلیحضرت کی انگلیاں حرکت میں ہیں ادھر
استفتاء ختم ہوا ادھر بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا اور فلاں کو
اتنا درجنوں نام بنام لوگوں کا حصہ بتا دیا۔ اب میں حیران و ششدر کہ استفتاء کو
بیس مرتبہ تو میں نے پڑھا ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلمبند کیا لیکن مجھ سے
صرف سب الاحیاء کا نام کوئی پوچھے تو بغیر استفتاء اور جواب کو دیکھے نہیں بتا سکتا
یہ کیا تبحر، کیا وسعت مدارک تو بہ تو بہ یہ کتنی شاندار کرامت ہے کہ ایک بار استفتاء سُنا
تو درجنوں ورثاء کا ایک ایک نام یاد رہا اور ہر ایک کا صحیح حصہ اسطرح بتا دیا کہ جیسے
کئی مہینے تک کوشش کر کے حصہ و نام کو رٹ لیا گیا ہو میں اس سرکار میں کس قدر شوخ
تھا یا شوخ بنا دیا گیا تھا اپنا جواب اعلیحضرت کی نشست کی چارپائی پر رکھ کر عرض کرنے
لگا کہ حضور کیا اس علم کا کوئی حصہ عطا نہ ہوگا جس کا علمائے کرام میں نشان بھی نہیں ملتا
مسکرا کر فرمایا کہ میرے پاس علم کہاں۔ جو کسی کو دوں۔ یہ تو آپ کے جد امجد سرکار غوثیت
کا فضل و کرم ہے۔ اور کچھ نہیں۔ یہ جواب مجھ تنگ خاندان کے لئے تازیانۂ عبرت بھی
تھا کہ لوٹنے والے لوٹ کر خزانہ والے ہو گئے۔ اور میں پدرم سلطاں بود کے نشہ میں
پڑا رہا اور یہ جواب اس کا بھی نشان دیتا تھا کہ علم راسخ والے مقام تواضع میں کیا ہو
اپنے کو کیا کہتے ہیں۔ یہ شوخی میں نے بار بار کی اور یہی جواب عطا ہوتا رہا۔ اور ہر مرتبہ

بس ایسا ہوگیا کہ میرے وجود کے سارے کل پرزے معطل ہوگئے ہیں۔ علم القرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰحضرت کے اس اردو ترجمے سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جسکی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے۔ نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے۔ مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے۔ اس ترجمہ کی شرح حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰحضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰحضرت خود شیخ سعدی کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر حضرت سعدی اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمۂ قرآن شے دیگر است و علم القرآن شئے دیگر۔ علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں۔ ہر وقت پیش نظر۔ اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اسکی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔ علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰحضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی۔ اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذہیب میں وہی لفظ ملجاتا تھا۔ یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحییٰ کے طبقہ اور استاد اور شاگرد کا نام بتا دیا جاتا تو اس فن کے اعلیٰحضرت خود موجد تھے کہ طبقہ و اسماء سے بتا دیتے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ

اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت اور خدا داد علمی کرامت فسبحان الذی نفضل عبدہ علی جمیع اھل زمانہ و لہ الحمد احمد رضائہ۔

اب ذرا اعلیحضرت کے چند شاہکار ملاحظہ ہوں۔ یہی زمانہ تھا جبکہ وہابیت جنم لے رہی تھی اور جیسا کہ دستور رہے کہ تحریک باطل اپنے ابتدائی دور میں تہافت و تخالف میں مبتلا رہتی ہے ابھی کچھ کہا پھر اس سے مکر کر اس کے خلاف کچھ کہا۔ صراط مستقیم میں کسی چیز کو بزرگوں کا ارشاد بتایا، تقویۃ الایمان میں اسی کو بدعت و ضلالت لکھ مارا ایک نے کچھ کہا دوسرے نے کچھ کہا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے کو آغا تقی سمجھکر فتوے دیدیا کہ آغا تقی کے باغ میں کوا حلال ہے کوا کھانے کو کار ثواب قرار دیا۔ بکرے کے کبورے بھی ہضم کرنے لگے ہولی دیوالی میں بتوں کے چڑھاوے کے تحفے قبول کرنے لگے اور اسطرح تحلیل ماحرم اللہ کا سلسلہ چل پڑا تو دوسری طرف سارے اعیان فرقہ نے میلاد شریف کی شیرینی اور آستانجات اولیاء کے چڑھاوے، محرم کی سبیل، بارھویں شریف اور گیارھویں شریف کے تبرکات کے لئے نجس حرام اور کفری بلا ڈکی بکواس شروع کردی یعنی تحریم ما احل اللہ کا سلسلہ بھی قائم ہوگیا مسئلہ توحید کی آڑ لیکر یہ اسپرٹ پیدا کی گئی کہ انبیاء اور اولیاء کو عام بشریت سے بالاتر جاننا ہی شرک ہے اگر موحد ہو تو انبیاء اور اولیاء سے الگ ہو جاؤ ان کا تذکرہ بھی نہ کرو اور اگر تھانوی جی کی بولی میں پھنس جاؤ تو لحاظ رہے کہ تعریف ایسی کرو جو بشریت عامہ سے بلند نہ ہو بلکہ جہاں تک ہوسکے ایسی بولی بولو جس سے لوگ سمجھیں کہ بشریت بھی بڑی چیز ہے۔ انبیاء اور اولیاء کو بشریت سے کم باور کراؤ اس کے بعد قدرتی طور پر جب اعمال متعلقات عقائد کو برا بھلا کہہ چکے تو عقائد پر براہ راست حملۂ جارحانہ شروع کر دیا۔ اعلان کیا گیا کہ کلام الٰہی میں بھی جھوٹ کا دخل ہوسکتا

ہے اللہ تعالےٰ کو سچا یہ سمجھ کر نہ کہو کہ وہ ہر عیب سے وجوباً پاک ہے اور جھوٹ اس کے کلام میں محال ہے بلکہ اگر اللہ تعالےٰ کو پاک و بے عیب کہنے کی مجبوری آپڑے تو سمجھ کر کہو کہ عادۃً اگر جھوٹ نہیں بولتا لیکن اگر بولدے بلکہ اپنے کو سارے عیوب میں ملوث کر دے تو وہ قادر و مختار ہے نہ یہ عقلاً باطل ہے نہ شرعاً رسول پاک کے بارے میں لکھا گیا کہ وہ تو مر کر مٹی میں مل گئے ان کا مرتبہ عند اللہ چوہڑے چمار یا زیادہ سے زیادہ گاؤں کے چودھری ایسا تھا۔

ایک بولا کہ علم میں رسول پاک کے اندر کوئی شان تخصیص نہ تھی ان کو اگر غیب کا علم تھا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔ دوایک بولے کہ علم کی وسعت دیکھنی ہے تو ہمارے فرقہ کے عالم عزازیل کے علم کو دیکھو کہ رسول کے علم سے کتنا بڑھا ہوا ہے اگر رسول کے لئے وفور علم کو مانوگے تو مشرک ہو جاؤگے

ایک ان کے ادارے کے بانی نے عمل کی پیمائش کی تو امتی کو نبی سے بڑھا دیا غرض رسول پاک کے علم کو بھی گھٹا یا اور عمل کو بھی گھٹا یا۔ ذرا اس جرأت کا فرانہ کو تو دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول پاک کو صاف صاف خاتم النبیین فرمایا تو فرقہ کے ایک ذمہ دار نے قرآن میں توڑ مروڑ شروع کر دی کہ پچھلے نبی ہونے میں کیا رکھا ہے ایسا سمجھنا عوام کا طریقہ ہے لفظ خاتم النبیین کی دلالت مطابقی صرف ختم ذاتی پر ہے ختم زمانی پر دلالت اگر ہے تو تضمنی ہے وہ عبارۃ النص نہیں

ہے وہ عقیدہ ضروریہ نہیں ہے ضروری عقیدہ ختم ذاتی کا ہے اس بولنے والے نے بہت زور باندھا کہ اسی کی تبلیغ کے بعد ان کے امام کا خواب تعبیر پائے مگر قرآن کو توڑ مروڑ کرنے والے اور عقیدہ ضروریہ سے منھ موڑنے والے یہ دیکھ حیران ہو گئے کہ غلام احمد قادیانی نے اعلان کر دیا کہ اگر اب بھی نبی ہو سکتا ہے تو چیز ہو سکتی ہے اس کے ہو جانے میں کونسی قباحت ہے نبی ہو سکنے کی ذمہ دار دیوبند پارٹی ہے اگر وہ اپنے دعوے کو نباہ سکے تو ہم اپنے نبی ہو جانے کو

پناہ لیں گے اب آپ بتایئے کہ دین پاک کے ساتھ یہ استہزار کیا جائے یہ کافرانہ گستاخیاں بدزبانیاں کیجائیں
غداریاں کی جائیں اور اللہ و رسول کی شان میں گستاخیاں بدزبانیاں کیجائیں
تو کوئی اگر فنافی الدنیا ہوکر غور ہی نہ کرے۔ کوئی عاقبت کے خیال سے آزاد اس
پر دھیان ہی نہ دے کوئی دین و دینداری سے غافل محض مولویوں کی مولویت قرار دیکر
الگ ہوجائے غرض جس نے دین سے کوئی مضبوط رشتہ نہ رکھا وہ چپ رہے تو چپ رہے
گمروہ کیسے خاموش رہے جس کو پوری صدی کے دین پاک کا ذمہ دار ہونا ہے۔ وہ اللہ کا
فانی فی اللہ اور باقی باللہ بندہ جو عیب تو عیب ہے کسی ہنر اور کمال میں بھی اللہ تعالے
کے لئے لفظ امکان کا استعمال اس ذات قدیم کے صفات قدیم کے لئے جائز نہ قرار دے
وہ عیب کے امکان کو کیسے برداشت کرے۔ جو رسول پاک کا عاشق صادق ہو وہ
رسول پاک کی شان میں بدلگامیوں کو کیسے سنتا رہے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا بکمال احتیاط
بکواس والوں کو خط لکھا کہ کیا یہ تمہاری بکواس ہے کیا تم اس بکواس سے راضی ہو۔
کیا اس بکواس کی اشاعت تمہاری اجازت سے ہے گویا اس محتاط اعظم نے سمجھا دیا
کہ کسی بہانے یا جھوٹ سے اپنی ذمہ داری چھوڑ دے۔ مگر رجسٹریوں پہ رجسٹریاں گئیں۔
اور اہل باطل کی آنکھوں پر ایسی عنادی پٹی بندھی رہ گئی کہ رعایت سے فائدہ
حاصل نہ کیا اور سخن سازی اور رکیک سے رکیک تاویل غیر ناشی عن الدلیل کی بدولت
جس جہنم میں کفر میں قدم رکھا تھا اس میں دھنستے چلے گئے۔ اسوقت فاروقی درہ اور
حیدری ذوالفقار کا بے نیام ہونا واجب ہوگیا تھا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ جرائم پیشہ
مجرموں کے ایک ایک جرم کو آشکار اس طرح کر دیا کہ کفر وارتداد کے ملزموں کو عرب
وعجم کے علمار و مشائخ کے سامنے ننگا کر کے کھڑا کر دیا اور ان عادی مجرموں کو حل د حرم میں

اتنے اکابر مشائخ و علماء نے مجرم کفر و ارتداد کا فتوے دیا کہ چودہ صدیوں میں کسی فرقہ کے کسی مجرم فرد پر اتنی بڑی تعداد کا اتفاق تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ تھا وہ واقعہ جس کا منفی اس ملعون پروپیگنڈے سے کیا جانے لگا کہ آستانہ رضویہ بریلی میں کفر کی مشین ہے وہاں مسلمانوں کو کافر بنایا جاتا ہے۔ ان عقل کے دشمنوں کو یہ نہ سوجھی کہ کوئی بھی کسی دوسرے کو کافر بنانے کی سکت ہی نہیں رکھتا کفر بکنے والا خود اپنے کو کافر بناتا ہے۔ البتہ اس کے کفر بکنے اور کافر بننے سے امت اسلامیہ کو باخبر کر دیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچیں اور کفریات سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔ دنیا جانتی ہے کہ مجرموں کو سزا اس لئے دیجاتی ہے کہ جرم کا انسداد ہو۔ چور کو چور مجسٹریٹ نہیں بناتا بلکہ اس کے چوری کے جرم نے اس کو چور بنایا مجسٹریٹ نے تو چور کو اس لئے سزا دی کہ دوسرا اس جرم کا ارتکاب نہ کرے یہ تھی خالص دینی و اسلامی سیاست کہ بے جھجک اور بے رعایت نہ کسی کی مولویت دیکھی جائے نہ کسی کے سجدوں کی پرواہ کیجائے۔ اگر وہ ارتکاب جرم کر چکا ہے تو مجرم ہے۔ اس کو فوراً سخت سے سخت سزا دیجائے سعدی علیہ الرحمۃ نے ملک بے سیاست کو زندہ رہنے کا حق ہی نہ دیا۔ وہ بھی سیاست ہے جس میں جرم کی تعزیر فوراً کیجائے اور ارتکاب جرم کے حوصلے کو دبا کر رکھدیا جائے۔ اگر کاش ہمارے ملک کے ہمارے کلمہ گو اس سیاست کو جان لیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تو بھارت سے لیکر امریکا تک وہ بکواس نہ ہو سکتی جس کی بدولت ناموس رسول کے نام پر جیل جانے کی نوبت آتی رسول پاک کے بارے میں اس زمانے کا گندہ لٹریچر ایک لازمی نتیجہ ہے اس ناپاک ہمدردی کا جو مجرموں کے ساتھ برتی گئی اور دیکھنے کہ اس غلط کاری کے بدولت آیندہ امت اسلامیہ کو کیا کیا بھگتنا ہے وہ تو کہیے کہ اعلیحضرت نے ماضی و حال کے ساتھ مستقبل کو ایسا بھانپ لیا تھا اور مجرموں کا ایسا تعاقب فرمایا تھا

کہ ان کو چلنے کی راہ نہیں ملتی تھی اور روزانہ کی کفری بکواس کا سلسلہ توڑ دیا گیا تھا۔ ورنہ اگر خفیف الکلامی اور شوخ بیانی کا سلسلہ جاری رہتا تو آج معاذ اللہ اسلام کے نام پر کفر نوازی بے پناہ ہو چکی ہوتی۔ یہ تو اعلیٰحضرت کا دنیائے اسلام و سنیت پر احسان عظیم ہے کہ بکواس والوں کی لمبی لمبی زبانوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اور کفر بکتے رہنے کی جرأت کو کمزور کر دیا۔ اور اسطرح مجرموں کو برہنہ کر کے مسلمانوں کو اُن کے کفری انداز کے شکار ہونے سے بچا لیا یعنی اعلیٰحضرت نے کسی کو کافر نہیں بنایا بلکہ کافر بننے والوں کے جرائم کفریہ کو واضح فرما کر مسلمانوں کو کافر بننے سے بچا لیا۔ اعلیٰحضرت کی اس شان احتیاط کو دیکھئے کوئی ممکن رعایت ایسی نہ تھی جو مجرم کو عطا نہ فرمائی گئی ہو اگر کسی کی توبہ مشہور ہو گئی تو اس کے کفریات گنا کر حکم لگاتے وقت ایسی رعایت برتی کہ کچھ لوگ اس رعایت ہی کو برداشت نہ کر سکے حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مجرم کے قول کو قال المرید المرتد کہہ کر نقل فرمایا۔ وہ صرف اعلیٰحضرت کا محتاط قلم ہے جس نے منصب قضا کی ذمہ داریوں کو نہ چھوڑا اور غم سہا، دکھ اُٹھایا۔ مگر قانون کی ہر رعایت کو فطری غیظ و غضب پر غالب رکھا۔ یہ تو جب غلام احمد قادیانی نے اپنے کفری دعوئے نبوت کو کسی طرح نہیں چھوڑا نانوتوی نے ختم زمانہ کے عقیدہ حقہ کی ضرورت سے انکار کر دیا اور اُسی پر جار رہا۔ گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول پاک کے علم کے بارے میں حضور کے مقابلہ پر شیطان کے علم کو بڑھایا اور باز نہ آئے تھانوی علم رسول کی سطح کو ہر زید و عمر و صبی و مجنون و بہائم حیوانات کی سطح پر لایا۔ اور ضد کو نہ چھوڑا تو گنتی کے انھیں جیسے چند مجرموں کی توبہ سے مایوس ہو کر اس فرض شرعی کو ادا فرمایا کہ امت اسلامیہ کو ہوش ہو اور وہ جس کشمکش میں پڑ گئے ہیں کہ مجرموں کا ساتھ دیں تو دامن رسول ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے اور رسول پاک کے دامن کو تھامے رہیں تو مولوی نما مولویوں

سے بے تعلق ہونا پڑتا ہے۔ اعلیحضرت نے اس کشمکش کا یہ علاج بتایا کہ دامن رسول ہی مسلمانوں کی پناہگاہ ہے اور اس کے لئے کسی مولوی مُلّا کی پرواہ نہ کیجائے۔ رسول پاک کا دامن دین و ایمان کا دامن ہے اس کو چھوڑ کر خواہ کچھ ہو جائے مگر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس صاف اور سادہ اور ناقابلِ انکار بالکل روشن پیغام کو کفری مشین کہہ کر پروپگنڈا کرنا حقیقتاً اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ مجرموں اور ان کے ساتھیوں کے پاس جرم سے بریت کا کوئی سامان ہی نہیں ہے ان کا دل اس کی شکایت نہیں کرسکتا کہ وہ بے گناہ ہیں۔

البتہ ان کو غم اس کا ہے کہ ہمارے جرائم کو عالم آشکارا کیوں کیا گیا جس کا جواب خود ان کے علم میں بھی ہے کہ جب توبہ و انابت الی اللہ سے مجرموں کو محروم پایا تو وہ مواخذہ فرمایا کہ جو شرع مطہر سے فرض عین ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیوبندیت کے نقیب و رئیس المناظرین حسن چاندپوری نے چھاپ کر اعلان کر دیا کہ ہمارے بڑوں کے کلمات کے ظاہر معنے جو اعلیحضرت نے پائے تو اگر ہم ہمارے کفر کے بکنے کو ظاہر نہ کرتے تو خود کافر ہو جاتے۔

اعلیحضرت نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ دیوبندی کی توحید بتوں اور اصنام کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ صرف اینٹی انبیاء و اولیاء ہے۔ توحید ان کی بوتل کا صرف فریب کاری کا لیبل ہے جس بوتل میں شرک و کفر و بدعت ہی بھرا ہوا ہے۔

اعلیحضرت نے اس کو فرمایا کہ دیوبندیوں کا ایمان بالرسول بایں معنیٰ نہیں ہے کہ رسول پاک سید المرسلین ہیں۔ خاتم النبیین ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں۔ اکرم الاولین و الآخرین ہیں۔ اعلم الخلق اجمعین ہیں۔ محبوب رب العالمین ہیں۔ بلکہ صرف بایں معنے ہے کہ زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی ہیں جو مرکر مٹی میں مل چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے بے اختیار اور عند اللہ تعالےٰ بے وجاہت رہے اگر ان کو بشر سے کم قرار دو تو تمہاری توحید زیادہ چمکدار ہو جائیگی

ان حقائق کے واضح کر دینے کا یہ مقدس نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی جمہوریت اسلامیہ بڑی اکثریت کے ساتھ وارثِ رسول سے لپٹی ہوئی ہے اور دشمنانِ اسلام کے فریب سے بچکر مجرموں کے منہ پر تھوک رہی ہے۔

فجزاہ اللہ تعالےٰ عنا وعن سائر اھل السنۃ والجماعۃ خیر الجزاء۔

دنیا کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اعلیٰحضرت جن کے قلم کی نیزے کی مار نے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں کسی کو نمرود والی سزا دی کسی کو مبہوت کرکے رکھدیا یہاں تک کہ وہ مرکر مٹی میں مل گئے۔ یہاں پر بھی کراہتے رہے اور وہاں بھی چیختے ہیں مگر اتنی جرأت آجتک کوئی نہ کر سکا کہ اعلیٰحضرت کی کسی تصنیف کا برائے نام ہی سہی، رد لکھ کر چھاپ دے میدانِ رزم اس مردِ میدان کی خداداد ہیبت و جلالت کا یہ عالم ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰحضرت کا یہ ارشاد ایک طرح سے اظہارِ حقیقت ہے وہ رضا کے نیزے کی مار ہے۔

میرے استاد فنِ حدیث کے امام کو بیعت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے تھی۔ مگر حضرت کی زبان پر پیر و مرشد کا ذکر میرے سامنے کبھی نہ آیا۔ اور اعلیٰحضرت حضرت کے بکثرت تذکرے محویت کے ساتھ فرماتے رہتے ہیں اسوقت تک بریلی حاضر نہ ہوا تھا۔ اس انداز کو دیکھ کر میں نے ایک دن عرض کیا کہ آپ سے آپ کے پیر و مرشد کا تذکرہ نہیں سنتا اور اعلیٰحضرت کا آپ خطبہ پڑھتے رہتے ہیں فرمایا کہ جب میں نے پیر و مرشد سے بیعت کی تھی بایں معنی مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان کا خاندان سمجھا جاتا تھا مگر جب میں اعلیٰحضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی۔ اب میرا ایمان رسمی نہیں۔ بلکہ بحمدہٖ تعالےٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں حضرت کا اندازِ بیان اور اس وقت چشم پُرنم مگر مجھے ایسا محسوس

ہوا کہ واقعی ولی را ولی مے شناسد اور عالم را عالم میداند میں نے عرض کیا کہ علامہ محدث[1] ہیں کیا وہ آپ کے برابر ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں پھر فرمایا کہ شہزادہ صاحب آپ کچھ سمجھے کہ ہرگز نہیں کا کیا مطلب ہے سنئیے کہ اعلیٰحضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں کہ میں سالہا سال صرف اس فن میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں حضرت محدث صاحب قبلہ کے اسی قسم کے ارشادات نے میرے دل کو بریلی کی طرف کھینچا اور بالآخر آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰحضرت کیا ہیں۔ اس کا اندازہ بڑا سے بڑا مبصر بھی نہیں کر سکتا ذرا انداز تربیت دیکھئے کہ کار افتاء کے لئے جب بریلی حاضر ہوا تو میرے اندر لکھنؤ میں ۸ سال رہنے کی خو بو کافی موجود تھی شہر کے جغرافیہ میں بازار اور تفریح گاہوں کو وہاں کے لوگوں سے پوچھتا رہا کہ جمعہ کے دن کی فرصت میں کچھ سیر سپاٹا کروں۔ جمعہ کا دن آیا تو میں مسجد میں سب سے پچھلی صف میں تھا۔ نماز ہو گئی تو مجھے دریافت فرمایا کہ کہاں ہیں میں بریلی کے لئے بالکل نیا شخص تھا۔ لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے یہاں تک کہ اعلیٰحضرت خود کھڑے ہو گئے اور بابِ مسجد پر مجھ کو دیکھ لیا تو مصلے سے اٹھ کر صف آخر میں آ کر مجھ کو معانقہ سے نوازا اس سے زیادہ کا ارادہ فرمایا تو میں تھرا کر گر پڑا۔ اعلیٰحضرت پھر مصلے پر تشریف لے گئے اور سنن و نوافل ادا فرمانے لگے مسجد کے ایک ایک شخص نے اس کو دیکھا اور بڑی حیرت سے دیکھا۔ میں نے بازار و تفریح خانہ کی سیر کو طے کر رکھا تھا شام کو جب چلا تو شہامت گنج کی موڑ پر پہلے پان کھانے کی خواہش ہوئی ابھی پان والے سے کہا بھی نہ تھا کہ ہر طرف سے السلام علیکم آنے لگے اور مجھ کو جواب دینا پڑے اب پان والے کی دکان کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرا دشوار ہو گیا سلام و معانقہ کی برکت نے سارا پروگرام ختم کر دیا وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ بریلی کا ذکر نہیں۔ کلکتہ بمبئی مدراس میں بھی پاپیادہ نہیں بلکہ موٹر میں بیٹھ کر بھی صرف سیر بازار کے لئے نہیں نکلا سارا لکھنؤ ہی اندا

[1] خاتم المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [illegible] محدث اعظم ہند مد ظلہ کے استاد حضرت مجدد اعظم قدس سرہ کے معاصرین ۱۲ محمد الاسلام [illegible]

ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا۔ دوسرے دن کار افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپیہ کی شیرینی منگائی۔ اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحۂ غوثیہ پڑھ کر دست کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰحضرت پلنگ سے اُٹھ پڑے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی شدید حاجت سے اندر تشریف لیجائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰحضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا۔ اور اعلیٰحضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اُٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے اس کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحۂ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی اور اب میں نے سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں یہ آپ کے جدّا مجد کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھی۔ بلکہ درحقیقت اعلیٰحضرت غوث پاک کے ہاتھ میں یوں قلم در دست کاتب تھے جسطرح کہ غوث پاک سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں یوں قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے کہ قرآن کریم نے فرما دیا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

علمائے دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدی سے چلے آرہے ہیں مگر لغزش قلم و فلتت لسان سے بھی محفوظ رہنا یہ اپنے بس کی بات نہیں۔ زور قلم میں بکثرت تفرد پسندی میں آگئے بعض تجدد پسندی پر اتر آئے تصانیف میں خود رائیاں بھی ملتی ہیں لفظوں کے استعمال میں بھی بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں۔ قول حق کے لہجہ میں بھی بوئے حق نہیں ہے حوالہ جات میں اصل کے بغیر نقل پر ہی قناعت کر لیگئی ہے لیکن ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب و عجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ

محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی یا حضرت مولانا بحرالعلوم فرنگی محلی یا پھر اعلیٰحضرت کی زبان
قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولےٰ تعالےٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے
اس کو ناممکن فرما دیا ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ اس عنوان پر غور کرنا ہو تو فتاویٰ
رضویہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے کتنی معمولی بات ہے اور عجب بات ہے کہ ایسے امام الوقت مسند العصر
کے پاس جس رات دن کے کم سے کم ۲۰ بیس گھنٹے میں صرف خوشۂ علم دین سے واسطہ ہو جس کے ایوانِ
علم میں اپنے ساتھ قلم دوات اور دینی کتابوں کے سوا کچھ نہ ہو جو عرب وعجم کا رہنما اسکو شعر کہنے
کو کیا کہا جائے کسی سے شعر سننے کی فرصت کہاں سے ملتی ہے مگر شان جامعیت میں کمی کیسے ہو
اور مملکت شاعری میں برکت کہاں سے آئے اگر اعلیٰحضرت کے قدم اس کو نہ نوازیں حضرت حسان
رضی اللّٰہ عنہ جس رشکِ جناں سے سرفراز تھے اسکی طلب تو ہر عاشق کے لئے سرمایۂ حیات ہے چنانچہ
اعلیٰحضرت کے حمد و نعت کا ایک مجموعہ کئی حصوں میں شائع ہو چکا ہے جس کا ایک ایک لفظ خود مست
ہے اور سننے والوں کو مستی عطا کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰحضرت
کا قصیدۂ معراجیہ میں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے
نقطۂ نظر سے یہ ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا کہ
اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔

اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سرآمد شعراء دہلی نے جواب دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھئے
آپ عمر بھر پڑھتے رہئے اور ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

فن زیجات وفن تکسیر میں شانِ امامت کے نمونے آج اعلیٰحضرت کے تلامذہ سے معلوم
کئے جا سکتے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے ارشد تلامذہ حضرت ملک العلماء ظفر الملۃ والدین اس عہد میں
دونوں فن کے ماہر پائے جا رہے ہیں۔ علم جفر میں اعلیٰحضرت ساری دنیا میں فرد یکتا تھے بڑے

بڑے بڑے مدعیان فن مستنطھرہ تک پہونچ کر آگے معذور ہو جاتے ہیں اور اُن کے حساب میں جواب سے پہلے کوئی نہ کوئی کسر آجاتی ہے بڑے بڑے رمال و جفار نے اعتراف کیا کہ ہم اعلیحضرت کے آگے

طفل دبستاں ہیں ۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آگیا کہ حضرت مولانا ہدایت الرسول رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ریاست رامپور میں علمی منصب پر تھے نواب صاحب کی بیگم بیمار پڑیں جنکی بیماری نواب صاحب کے لئے ناقابل برداشت تھی ان کو بیماری کا انجام جاننے کے لئے اعلیحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ پہلے تو اعلیحضرت نے ٹالدیا مگر مولانا کا سوکھا منھ دیکھ کر رحم آگیا اور لکھکر دیدیا کہ اگر نفس سے توبہ نہ کی تو اسی ماہ محرم میں رامپور کے اندر مرجائے گی ۔ نواب صاحب نے طے کرلیا کہ ماہ محرم کو تو روکا نہیں جاسکتا مگر رامپور سے چلا جانا ممکن ہے مع بیگم کے نینی تال چلے گئے کہ وہاں موت واقع ہوئی تو وہ نینی تال ہے رامپور نہیں ہے مگر وہ جو کہ فرمایا گیا ہے جف القلم بما ہو کائن ۔ آخر یہ ہو کر رہا کہ کان پور کی مسجد شہید گنج کے ہنگامے میں لفٹنٹ گورنر مسٹر مسٹن کی بے چینی حد سے بڑھی تو نواب صاحب کو تار دیا کہ رامپور آتا ہوں جلد آکر ملو۔ نواب صاحب اکیلے جانے کو تیار ہوئے تو بیگم نے تمانا در بالآخر دونوں ماہ محرم میں جیسے ہی رامپور پہونچے کہ بیگم کا انتقال ہوگیا ۔ اعلیحضرت نے مولانا سے فرمایا تھا کہ اس پر ایمان نہ لانا ۔ مگر ہوگا ایسا ہی چنانچہ وہ ہوکر رہا

اسلام میں عقیدۂ تناسخ کفر محض اور باطل ہے مگر قدرت کی کرشمہ سازیاں دیکھئے کہ جس دن علامہ ابن عابدین شامی صاحب ردالمحتار علی الدر المختار نے مصر میں جنت کی راہ لی ۔ اسی دن دہلی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پیدا ہوئے اور جس دن شاہ صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا اسی دن اعلیحضرت کی ولادت باسعادت ہوئی ۔ کارخانۂ قدرت کے جس عجوبہ کاری میں دنیا نے یہ دیکھا کہ علامہ شامی کی وہ مبارک ہستی تھی جس نے وہا

نجدیہ کو باغی وخارجی قرار دے کر اس کے خلاف آواز بلند کی اور دہلی کے شاہ صاحب نے اپنے گھر کی وہابیت کو چھپا کر دفن کر دیا یا اس کا رد فرما دیا اور اعلیٰحضرت نے وہابیت نجدیت اور دیوبندیت کی وہ ہمیشاں گردن زنی فرمائی کہ عرب وعجم نے امامت و مجددیت کا تاج زریں فرق مبارک پر رکھدیا۔

میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بیخبر تھا میرے حضور شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز وضو فرما رہے تھے کہ یکبارگی رونے لگے یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔ اس وقت حضرت والد ماجد قبلہ قدس سرہ کی زبان پر بیساختہ آیا کہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ اسی وقت ایک خاندانی بزرگ نے فرمایا کہ اس سے تو تاریخ وصال نکلتی ہے۔ آج ہم اور آپ اسی یکتائے روزگار امام ومجدد قطب الارشاد کی بارگاہ عالی میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کو جمع ہیں اور ان کی روح مبارک کی سنیت نوازی سے دارین کا آسرا لگائے ہوئے ہیں۔ فرحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ورضی اللہ تعالےٰ عنہ احسن الرضاء۔ فقط

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی ابوالمحامد سید محمد غفر لہٗ

کچھوچھوی نزیل ناگپور

(مطبوعہ ناظم پریس رامپور)

تعارف

حضرت مجدد اعظم کی عقیدت و محبت میں علمائے حرمین شریفین کے اعزازی کلمات کی بہت مختصر فہرست

علامہ فاضل جو کہ اپنی آنکھوں کی روشنی سے مشکلات اور دشواریوں کو حل کرتا ہے جو معنی کے اعتبار سے بھی احمد رضا ہے۔ اس کے کلام کا موتی اس کے معنی کے جواہر سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ باریکیوں کا خزانہ ہے۔ معرفت کا آفتاب ہے جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا علوں کی مشکلات۔ ظاہر و باطن کی نہایت کھولنے والا جو اس کے فضل پر آگاہ ہوا وہ سزاوار ہے کہ کہے اگلوں پچھلوں کے لیے بہت چھوڑ گیا۔ عالم۔ علامہ دریائے فضائل۔ بڑے بڑے علماء کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت مولانا محقق برکت زمانہ۔ امام۔ پیشوا۔ روشن ستارہ۔ گردن وہابیت پر تیغ براں۔ استاذ معظم۔ نامور مشہور۔ ہمارا سردار۔ ہمارا پیشوا۔ عالم جلیل دریائے زخار کثیر الفضل۔ کثیر الاحسان۔ بہادر۔ دریائے بلند ہمت، ذہین۔ دانشمند۔ بحر ناپیدا کنار شرف و عزت و سبقت والا۔ ذکی مشہور۔ کریم ہمارا مولیٰ کثیر الفہم۔ عالم باعمل فاضل کامل، منقبتوں اور فخروں والا۔ یکتائے زمانہ یگانۂ عصر۔ مجدد زمانہ زبردست عالم۔ دریائے عظیم جس کی فضیلتیں وافر۔ برائیاں ظاہر۔ اصول فروع دین میں صاحب تصانیف کثیرہ جن کے نور سے حق روشن ہوا۔

میں نے ملاقات کے بعد ان میں وہ کمالات دیکھے جن کا بیان طاقت سے باہر علم کا کوہ بلند جس کا ستون فوراً اونچا۔ معرفتوں کا دریا۔ جن سے مسائل نہروں